بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لله، والصلاة والسلام على رسول الله وعلى آله وصحبه ومن والاه.

عزیز ساتھیو! آج کے محاضرے کا عنوان ہے "الرحلة في طلب الحديث" (طلب حدیث میں سفر کرنا)۔ آپ جب کتب رجال کا مطالعہ کریں گے تو آپ کو ان میں محدثین کے مناقب میں مختلف کلمات ملیں گے، امام نسائیؒ کے باب میں خطبۂ نسائی میں ہے: "الرُّحلة" (کثرت سے سفر کرنے والا)، اسی طرح دیگر محدثین کے باب میں مختلف کلمات وارد ہوئے ہیں، مثلاً: الجوال، النقال، الرحالة، الرحال- یہ کلمات اس بات پر غماز ہیں کہ ان محدثین نے طلب حدیث میں کثرت سے اسفار کیے ہیں۔ چناں چہ ابن عدی کے باب میں وارد ہے:

طاف البلاد في طلب العلم[١] (حتى عرف بـ) الجوال، النقال، الرحال[٢].

علامہ تاج الدین سبکیؒ نے طبقات الشافعیۃ الکبریٰ میں ابن عدی کے ترجمے میں ذکر کیا ہے:

أحد الجهابذة الذين طافوا البلاد وهجروا الوساد وواصلوا السهاد وقطعوا المعتاد طالبين العلم، لايعتري همتهم قصور ولا

---

(١) شذرات الذهب للعكري الحنبلي: ٣٥٤/٤ -دار ابن كثير، دمشق، بيروت- .

(٢) البداية والنهاية لأبي الفداء ابن كثير الدمشقي: ٣٢١/١١ -إحياء التراث العربي، بيروت-.

يثني عزمهم عوارض الأمور ولا يدع سيرهم في ليالي الرحلة مدلهم الديجور[١].

اورابوالفتیان عمر دہستانی واسی کے باب میں وارد ہے:

طاف في بلاد الإسلام شرقاً وغرباً [٢].

بہرحال: طلب حدیث میں سفر کرنا، تگ ودو کرنا، عرق ریزی کرنا، مرمٹنا، جدوجہد کرنااوراپنی زندگی کا قیمتی وقت اورسرمایہ صرف کرنا محدثین کا شیوہ رہا ہے۔

نیز طلب علم میں انبیاء نے بھی سفر کیا ہے، حضرت موسیٰ علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات نے حضرت خضر علیہ السلام کی جانب سفر کیا۔

اورامت محمدیہ میں یہ بات خصوصی طور پر پائی جاتی ہے، چناں چہ صحابۂ کرام، تابعین، تبع تابعین اورفقہاء ومحدثین نے اس میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔

حضرت ابوہریرہؓ نے سرکارِدوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حصولِ علم میں اپنا سب کچھ قربان کردیا۔وہ خودفرماتے ہیں:

لقد رأيتني وإني لأخر فيما بين منبر رسول الله ﷺ وحجرة عائشة -رضي الله عنها- مغشيّاً عليَّ فيجيء الجائي فيضع رجله على عنقي يرى أن بي جنوناً وما بي جنون وما هو إلا الجوع [٣].

(میں حضرت عائشہؓ کے حجرے اورمنبر رسول کے درمیان بے ہوش ہوکر گرجاتا تھا،

---

(١) طبقات الشافعية: ٣/٣١٥ (٢٠٣) -دار هجر، بيروت-.

(٢) تاريخ دمشق: ٢٧٨/٤٥ -دار الفكر، بيروت-.

(٣) صحيح البخاري: ٧٣٢٤ -دار طوق النجاة- و سنن الترمذي: ٢٣٦٧ -ت. بشار- وغيرهما.

کوئی آ کر میری گردن پر پیر رکھ دیتا تھا، وہ سمجھتا کہ مجھے جنون طاری ہوگیا ہے، حالاں کہ مجھے جنون نہیں تھا؛ بلکہ وہ بھوک تھی جس کی تاب نہ لاکر میں بے ہوش ہوجاتا تھا)۔

عزیز ساتھیو! اسلامی علوم درختوں کے سایے میں، شاندار عمارتوں میں، پنکھے کے نیچے، یا ایئر کنڈیشن والے حجرات میں بیٹھ کر مدون نہیں ہوئے، بلکہ ”إنها دونت باللحم والدم“ (یہ علوم خون پسینے سے مدون ہوئے ہیں)، بڑی جد وجہد اور محنت وکوشش سے مرتب ہوئے ہیں، اور قیمتی دماغ اس میں کھپے ہیں۔

علامہ ابن طاہر مقدسیؒ فرماتے ہیں:

طلب حدیث میں مجھے ۲/مرتبہ خون کا پیشاب ہوگیا: ایک مرتبہ بغداد میں اور ایک مرتبہ مکہ مکرمہ میں۔ لوگوں نے پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ فرمایا: چلچلاتی دھوپ میں کھلے پیر چلنے کی وجہ سے۔[۱]

نیز فرماتے ہیں:

طلب حدیث میں کبھی میں سواری پر سوار نہیں ہوا (یعنی ہمیشہ پیدل سفر کیا)۔[۲]

عربی کا مقولہ ہے: ”المكارم منوطة بالمكاره“ (بلند مرتبہ، قدر ومنزلت اور علوِّ شان ناگوار چیزوں سے گذر کر ہی حاصل ہوتی ہے)۔ آپ کچھ مصائب پر تحمل کرکے یکسو ہوکر حصول علم میں مصروف رہیں گے تو قدر منزلت آپ کے قدم چومے گی، اور کامیابی

---

(۱) تاريخ دمشق: ۲۸۱/۵۳ -دار الفكر، بيروت- وتاريخ الإسلام للذهبي: ۹۲/۱۱ -دار الغرب الإسلامي، بيروت-.

(۲) تاريخ دمشق: ۲۸۱/۵۳ -دار الفكر، بيروت- وتاريخ الإسلام للذهبي: ۹۲/۱۱ -دار الغرب الإسلامي، بيروت-.

وکامرانی آپ کے در کا طواف کرے گی۔

ابوالفضل عباس بن محمد خراسانی فرماتے ہیں:

رحلت أطلب أصل العلم مجتهدا
وزينة المرء في الدنيا الأحاديث
لا يطلب العلم إلا بازل ذكر
وليس يبغضه إلا المخانيث
لا تعجبن بمال سوف تتركه
فإنما هذه الدنيا مواريث(١)

ابن قیم جوزیؒ نے مفتاح دارالسعادۃ میں لکھا ہے:

أجمع عقلاء كل أمة على أن النعيم لا يدرك بالنعيم، وأن من آثر الراحة فاتته الراحة، وأن بحسب ركوب الأهوال واحتمال المشاق تكون الفرحة واللذة.(٢)

(جمیع عقلائے امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ نعمتیں، عزتیں، بلند مرتبے عیش وکیش میں رہ کر حاصل نہیں ہوتے، جس نے ابھی راحت کو ترجیح دی وہ آئندہ راحت سے محروم رہے گا، اور اہوال وخطرات کا سامنا کرنے اور مشقتوں کو برداشت کرنے کے اعتبار سے فرحت ولذت حاصل ہوتی ہے)۔

---

(١) الرحلة في طلب الحديث للخطيب البغدادي: ص ٩٦ (٢٨) -دار الكتب العلمية، بيروت-.

(٢) مفتاح دار السعادة: ١٥/٢ -دار الكتب العلمية، بيروت-.

امام شعبیؒ فرماتے ہیں:

لو أن رجلا سافر من أقصى الشام إلى أقصى اليمن فحفظ كلمةً تنفعه فيما يستقبله من عمره رأيت أن سفره لا يضيع.(١)

(اگرکوئی شخص اقصائے شام سے اقصائے یمن کا سفر کرے، اور صرف ایک ایسا کلمہ یادکرلے جو مستقبل میں اس کے لیے نافع ہو، تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا سفر ضائع نہیں ہوا)۔

امام شعبیؒ سے پوچھا گیا: "من أين لك هذا العلم كله؟" (یہ سارا علم آپ نے کہاں سے حاصل کیا؟) فرمایا: "بنفي الاعتماد والسير في البلاد وصبر كصبر الحمار وبكور كبكور الغراب" (اپنے آپ پر اعتماد نہ کرکے مختلف ملکوں میں سفر کرنا، گدھے کی طرح صبر کرکے اور کوّے کی طرح صبح جلدی اٹھ کر علمی حلقوں میں شریک ہوکر)۔(٢)

ابوبکر انصاری بغدادی بزاز فرماتے ہیں:

من خدم المحابر خدمته المنابر.(٣)

(جس نے روشنائی کی خدمت کی (حصول علم میں جدوجہد کی) اس کی منبر خدمت کریں گے (اس کو بلند مراتب حاصل ہوں گے)۔

اور کہا گیا ہے:

---

(١) الرحلة: ص٩٦ (٢٧).

(٢) إرشاد طلاب الحقائق للنووي:٣٩٦/١ -مكتبة الإيمان، المدينة المنورة- وتذكرة الحفاظ: ٦٤/١ -دار الكتب العلمية، بيروت-.

(٣) سير أعلام النبلاء:٢٧/٢٠ -مؤسسة الرسالة-.

من أدمن النظر في الدفاتر احترمته الأكابر.

صحابۂ کرامؓ کے علمی اسفار:

امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں "کتاب العلم" کے "باب الرحلة في المسئلة النازلة" کے تحت حضرت عقبہ بن حارثؓ کے مکہ سے مدینہ منورہ کی جانب سفر کا ذکر کیا ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عقبہؓ نے اہاب بن عزیز تمیمیؒ کی بیٹی سے نکاح کیا تھا، ایک دن ایک عورت آئی اور کہنے لگی: آپ کو اور آپ کی بیوی کو میں نے دودھ پلایا ہے، لہٰذا آپ رضاعی بھائی بہن ہوئے، آپ کا آپس میں نکاح صحیح نہیں ہے۔ انھوں نے اس مسئلے کے حل کے لیے مکہ سے مدینہ منورہ کا طویل اور پُر مشقت سفر کیا، اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے صورتِ مسئلہ بیان کی تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: دونوں میں تفریق ضروری ہے۔ پس دونوں جدا ہو گئے اور پھر بنت اہاب نے کسی اور سے نکاح کیا۔

اسی طرح صحیح البخاری میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کا واقعہ مذکور ہے کہ آپ نے ایک حدیث کے لیے مدینہ منورہ سے شام کا سفر کیا۔ یہ سفر ایک دو دن کا نہیں تھا؛ بلکہ روایات میں وارد ہے: "مسيرة شهر" (ایک مہینے تک سفر کرتے رہے)۔ اور شام میں حضرت عبد اللہ بن انیسؓ کے دَر پر پہنچے، تو بوّاب نے ان سے کہا کہ جابر نام کا کوئی شخص ہے، آپ نے پوچھا: جابر بن عبد اللہ؟ عرض کیا: جی ہاں، حضرت عبد اللہ بن انیسؓ باہر تشریف لائے اور حضرت جابرؓ سے معانقہ کیا، پھر حضرت جابر نے کہا: آپ نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایک حدیث سنی تھی، اسے سننے کے لیے میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں، آپ براہِ کرم مجھے وہ حدیث سنا دیجیے، چناں چہ انھوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان: "يحشر الله

الناس يوم القيامة عراةً غرلاً بهماً إلخ" سنایا۔(ابن ناصر الدین دمشقی کا اس حدیث پر ایک مستقل رسالہ ہے، جو"مجلس فی حدیث جابر" کے نام سے مطبوع ہے)۔

اسی طرح حضرت جابرؓ نے مسلمہ بن مخلد سے استفادے کے لیے مصر کا سفر کیا۔(۱)

اسی طرح حضرت ابوایوب انصاریؓ نے حضرت عقبہ بن عامرؓ سے سماعِ حدیث کے لیے مدینہ منورہ سے مصر کا سفر کیا۔(۲)

حضرت عبیداللہ بن عدیؓ نے حضرت علیؓ سے صرف ایک حدیث کے سماع کے لیے مدینہ منورہ سے عراق کا سفر کیا۔(۳)

حضرت علقمہؒ اور اسود نخعیؒ جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے، انہوں نے حضرت عمرؓ سے استفادے کے لیے کوفہ سے مدینہ منورہ کا بارہا سفر کیا۔

تابعی جلیل ابوالعالیہ فرماتے ہیں: ہم بصرہ میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روایات (تابعین سے) سنتے رہتے تھے۔مگر ہم اس پر خوش نہیں ہوئے؛ بلکہ ہم نے مدینہ منورہ کا سفر کیا اور صحابۂ کرامؓ سے براہِ راست سماع کیا۔(۴)

اسی طرح تابعی جلیل ابن الدیلمی نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے استفادے کے لیے فلسطین سے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔(۵)

---

(۱) المحدث الفاصل: ۲۲۳/۱ -دار الفكر، بيروت- والرحلة: ص ۱۲۵. (٤٠)

(۲) الرحلة:ص ۱۱۸ وجامع بيان العلم وفضله: ۳۹۲/۱ (٥٦٧) -دار ابن الجوزي، المملكة العربية-.

(۳) الرحلة: ص ۱۲۹ (٤٥).

(٤) سنن الدارمي:٤٦٤/١ (٥٨٣) -دار المغني، السعودية- والكفاية للخطيب: ٤٠٢/١-٤٠٣ -المكتبة العلمية، المدينة المنورة-.

(٥) سنن الدارمي: ١٣٢٨/٢ (٢١٣٦) والرحلة: ص ١٣٤، ١٣٧ (٤٧، ٤٨).

زِر بن حبیشؒ جو حضرت اُبی بن کعبؓ کے خصوصی تلامذہ میں ہیں؛ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے زمانے میں صفوان بن عسالؓ اور ابی بن کعبؓ سے استفادے کے لیے کوفہ سے مدینہ منورہ کا سفر کیا۔(۱)

حضرت ابو قلابہ مدینہ منورہ میں ایک شیخ سے صرف ایک حدیث سننے کے لیے تین دن تک ٹھہرے رہے۔(۲)

امام ابو حاتم رازیؒ فرماتے ہیں:

أحصيت ما مشيت على قدميَّ زيادةً على ألف فرسخ.

(میں نے اپنے پیدل سفر کو ایک ہزار فرسخ (پانچ ہزار سے زیادہ کلومیٹر) تک شمار کیا، پھر شمار کرنا چھوڑ دیا)۔(۳)

حضرت عبدالرحمٰن بن مندہ نے ۲۰/سال کی عمر میں سفر شروع کیا، اور ۴۵/سال تک سفر کرتے رہے۔ گویا ۶۵/سال کی عمر میں گھر لوٹے، پھر شادی کی۔ خود فرماتے ہیں:

طفت الشرق والغرب مرتين.

(میں نے مشرق ومغرب کا ۲/مرتبہ چکر لگایا ہے)۔

نیز ان کے احوال میں ہے کہ پہلی مرتبہ ۱۹/سال کی عمر میں انہوں نے نیسا پور کا

---

(۱) سنن الدارمي: ۳۷۰/۱ (۳۶۹) والرحلة: ص ۸۳ (۷)، ص ۹۲ (۲۰) وجامع بيان العلم وفضله: ۱۵۶/۱، (۱۶۳-۱۶۶).

(۲) الرحلة :ص ۱٤۵ (۵۳).

(۳) تاريخ بغداد: ۷۲/۲ -دار الكتب العلمية، بيروت- وسير سلف الصالحين للأصبهاني: ۱۲۲۷/۱ -دارالراية، الرياض- وتاريخ دمشق: ۱۰/۵۲ -دار الفكر، بيروت-.

سفرکیا، اوراس سفر میں انہوں نے تقریباً ۵ /لاکھ احادیث کا سماع کیا۔(۱)

ایک اور بات ذکر کرتا چلوں کہ آل مندہ کے باب میں امام ذہبی فرماتے ہیں:

ما علمت بيتاً في الرواة مثل بيت بني منده.

(میں نے رواۃ میں بنومندہ کے گھر کی طرح کوئی گھر نہیں دیکھا)۔(۲)

محدث اصبہان ابن المقرئ اصبہانی فرماتے ہیں:

طفت الشرق والغرب أربع مرات.(۳)

بقی بن مخلد بہت بڑے محدث گذرے ہیں، امام ذہبیؒ نے سیر أعلام النبلاء میں لکھا ہے کہ آپ نے امام احمد بن حنبلؒ کی ملاقات کے لیے مکہ سے بغداد کا سفر کیا، جب بغداد سے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ خلق قرآن والے مسئلے میں امام احمد بن حنبلؒ کو بادشاہِ وقت کی جانب سے تدریس وافادے سے روک دیا گیا ہے............، پس جب وہ بغداد پہنچے تو انہوں نے ایک کمرہ کرایے سے لے کر رہائش اختیار کی، اسی دوران ایک مسجد میں گئے تو دیکھا کہ ایک شخص رجال پر کلام کررہا ہے، پوچھنے سے معلوم ہوا کہ وہ یحیٰی بن معین ہیں، آپ نے ان سے ملاقات کی اور ذکر کیا کہ میں نے فلاں فلاں شیوخ ومحدثین سے ملاقات کی ہے، ان کے باب میں آپ کی کیا رائے ہے؟، بقی بن مخلد فرماتے ہیں کہ یحیٰی بن معین نے

---

(۱) طبقات الحنابلة: ۱٦٧/۲ -دار المعرفة، بيروت- وتذكرة الحفاظ: ۱۵۹/۳ -دار الكتب العلمية، بيروت- وتاريخ الإسلام للذهبي: ۷۵۵/۸ -دار الغرب الإسلامي، بيروت- والروض الباسم: ۹۳۲/۲ -دار عاصم، الرياض-

(۲) سير أعلام النبلاء: ۵۰۳/۱۲.

(۳) تذكرة الحفاظ: ۱۲۱/۳ -دار الكتب العلمية، بيروت-

تمام شیوخ پر کلام کیا اور بعض کی تحسین کی اور بعض پر جرح کی۔ (یحییٰ بن معین علم اُسماء الرجال کے بہت بڑے امام ہیں، ابّار نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے کہ یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ہم نے جملہ کذابین کی روایات کو جمع کر کے تنور میں جلا دیا، "وأخرجنا به خبزا نضيجا" (اور ان سے ایک تر و تازہ روٹی پکائی)، یعنی موضوعات کو ختم کر کے صحیح روایات و احادیث کو امت کے سامنے پیش کیا۔

پھر بقی بن مخلد نے یحییٰ بن معین سے پوچھا: ہشام بن عمار کے باب میں آپ کی کیا رائے ہے؟ تو فرمایا:

أبو الوليد صاحب صلاة دمشق، ثقة وفوق الثقة، لو كان تحت ردائه كبر أو متقلداً كبراً ما ضره شيئاً لخيره وفضله.

(ابوالولید (ہشام کی کنیت ہے) دمشق کے نمازی (پرہیز گار و متقی) لوگوں میں سے ہیں، ثقہ؛ بلکہ ثقہ سے بڑھ کر ہیں، اگر ان کی چادر کے نیچے کبر ہو، یا کبر کو انھوں نے گلے میں پہن لیا ہو، تب بھی ان کے صلاح و تقویٰ اور علم و فضل کی وجہ سے وہ ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا)۔

بہر حال! بقی بن مخلد فرماتے ہیں: میں نے یحییٰ بن معین سے کہا کہ میں نے امام احمد بن حنبلؒ کی ملاقات کے لیے مکہ سے بغداد کا سفر کیا ہے، وہ فرمانے لگے: ہم بھی ان کا حال جاننا چاہتے ہیں، "ذاک إمام المسلمين وخيرهم وفاضلهم" (وہ مسلمانوں کے امام، ان میں سب سے بہتر اور ان کے عالم و فاضل ہیں)، مگر وہ آزمائش میں ہیں، گھر سے نکلنا ممنوع ہے۔ پھر بقی بن مخلد باہر آئے اور کسی سے امام احمد بن حنبلؒ کے گھر کا پتہ معلوم کیا، چناں چہ وہ امام احمد بن حنبلؒ کے گھر گئے، دروازہ کھٹکھٹایا، امام احمدؒ نے دروازہ کھولا اور دروازے سے

قریب آنے کے لیے کہا، چناں چہ وہ گئے اور کہنے لگے: "أنا غريب الدار، ناء عن وطني "میں نے مکہ مکرمہ سے بغداد کا سفر فقط آپ کی ملاقات کے لیے طے کیا ہے، امام احمدؒ نے ان کو اسطوان میں طلب کیا اور فرمایا کہ میں تو چاہتا ہوں کہ آپ جیسے حضرات کی بحسن وخوبی خدمت کروں، مگر میں محنت وآزمائش میں ہوں، مجھے افادے سے روک دیا گیا ہے، اس پر بقی بن مخلد کہنے لگے: میرے پاس استفادے کا ایک طریقہ ہے، اور وہ یہ ہے کہ میں آپ کے گھر کے پاس بھکاری بن کر آؤں گا، آپ باہر نکل کر صرف ایک حدیث سنا دینا، "لكان لي فيه كفاية" یہی میرے لیے کافی ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اس پر رضا مند ہوگئے، چناں چہ وہ ایک لاٹھی ہاتھ میں لے کر سر پر معمولی کپڑا باندھ کر بھکاری کی شکل میں امام احمد کے گھر کے پاس آکر کہتے: "الأجر رحمك الله، الأجر رحمك الله" جیسے ہمارے یہاں کہتے ہیں: "اللہ کے نام پر کچھ دے دو"۔ امام احمد بن حنبلؒ باہر نکل کر دو تین یا اس سے زائد احادیث انہیں سناتے، یہ سلسلہ چلتا رہا، یہاں تک کہ ظالم بادشاہِ وقت واثق کا انتقال ہوگیا، پھر جو نیا بادشاہ (متوکل) آیا وہ متدین اور محدثین سے محبت کرنے والا تھا، اس نے امام احمد بن حنبلؒ اور دیگر محدثین کرام کو تدریس وتحدیث کی اجازت دے دی، اور اس طرح امام احمد بن حنبلؒ کا چرچا ہوگیا، آپ کی مجالس منعقد ہونے لگی، بقی بن مخلدؒ بھی ان مجالس میں شرکت کرتے تھے، جب وہ مجالس میں شریک ہوتے تو امام احمد بن حنبلؒ ان کا اکرام کرتے، ان کی طلب کا واقعہ طلبہ کے سامنے بیان کرتے ....۔(۱)

---

(۱) اس واقعے کو ذکر کرنے کے بعد امام ذہبیؒ نے "سیر أعلام النبلاء (۱۳/ ۲۹۲-۲۹۴)" میں ایک طویل اور پُر مغز محدثانہ کلام کیا ہے۔ فليراجع هناك.

أولئك آبائي فجئني بمثلهم	❁	إذا جمعتنا يا جرير المجامع

خطیب بغدادیؒ مشہور شخصیت ہیں، آپ تاریخ بغداد کے مصنف ہیں، اور خطیب عند الحنفیہ بہت زیادہ مشہور و معروف ہیں، اس لیے کہ انہوں نے تاریخ بغداد میں امام ابوحنیفہؒ پر جرح کی ہے۔ اولاً تو مختلف مناقب ومحامد ذکر کیے، پھر مثالب ومساوی ذکر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، مگر وہ بھی لوگوں کی جرح سے محفوظ نہیں رہے۔ سب سے پہلے ان پر الملک المعظم عیسیٰ بن ابی بکر نے نقد کیا، اور ایک کتاب لکھی، جس کا نام ہے: "السهم المصيب في الرد على أبي بكر الخطيب"، پھر سبط ابن جوزیؒ نے اپنی دو کتابوں "مرآة الزمان في تواريخ الأعيان" اور "الانتصار لإمام أئمة الأمصار" میں خطیب پر نقد کیا۔ پھر ابوالمؤید خوارزمیؒ نے "جامع مسانید أبي حنيفة" کے مقدمے میں خطیب پر رد کیا۔ پھر متاخرین میں شیخ زاہد الکوثریؒ نے قلم اٹھایا اور "تأنيب الخطيب على ما ساقه في ترجمة أبي حنيفة من الأكاذيب" لکھی۔ اس کے بعد جامعہ ازہر کے علماء کی ایک کمیٹی نے بڑا کارنامہ انجام دیا کہ انہوں نے خطیب پر بڑے معتدل انداز میں رد کیا۔

بہر حال؛ خطیب بڑے محدث ہیں، علوم حدیث میں ان کی قابل قدر خدمات ہیں، اور ان کے بھی علمی وحدیثی اسفار ہیں، تاریخ بغداد کے مطالعے سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ رحمه الله رحمة واسعة.

چوں کہ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ پر نقد کیا ہے، جس کو میں نے یہاں "الشيء بالشيء يذكر" کے تحت ذکر کردیا۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں: "ما منا إلا رد وردَّ عليه إلا

صاحب هذا القبر ‘‘(ہم میں سے ہر شخص کسی کی بات کو رد کرتا ہے، اور ہر شخص کی بات کو رد کیا جاتا ہے، سوائے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کہ آپ متفق علیہ شخصیت ہیں)۔

امام ذہبیؒ محدثین کے نزدیک از حد مشہور و معروف ہیں، چناں چہ علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں:

إن المحدثين عيال الآن في الرجال وغيرها من فنون الحديث على أربعة: المزي والذهبي والعراقي وابن حجر.(۱)

مختصراً عرض کرتا ہوں کہ اگر آپ ابن عبد البر، مزی، ذہبی، ابن حجر اور سیوطی وغیرہ کے تراجم و احوال کا مطالعہ کریں گے تو علوم حدیث میں ان کی محنتوں اور کاوشوں کا آپ کو بخوبی علم ہوگا۔

محدثین کی زندگی علم کی خاطر رحلات و اسفار سے عبارت ہے، بلکہ محدثین متقدمین کے اذہان میں از دیادِ علم، فتح ابوابِ علم، تنویع علم، تلوین علم اور تعمیم علم کے لیے سب سے بنیادی چیز سفر تھی۔ لہٰذا بغیر کسی عذر شدید کے وہ علمی اسفار سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرتے تھے، اور ان کے نزدیک علم کی خاطر رحلت و سفر ایک عالم کی ثقاہت کو جاننے کے لیے معیار تھا۔ ان کے نزدیک یہ جملہ مشہور تھا: ’’من لم یرحل فلا ثقۃ بعلمہ‘‘ (جس نے علم کی خاطر سفر نہیں کیا اس کے علم کا کوئی اعتبار نہیں)۔ اور یحییٰ بن معینؒ نے فرمایا: ’’أربعۃ لا تؤنس منھم رشداً‘‘ (چار آدمیوں سے تم کو کوئی خیر اور نافع چیز حاصل نہیں ہوگی)، اور آپ نے ان چار میں ایک ’’رجل يكتب في بلده ولا يرحل في طلب الحديث‘‘ (وہ شخص جو

---

(۱) طبقات الحفاظ للسيوطي: ۵۲۲/۱ -دار الكتب العلمية، بيروت-

اپنے شہر میں علم حاصل کرتا رہے اور طلب حدیث کے لیے سفر نہ کرے) کو بھی ذکر کیا۔(۱)

ابن رشیدؒ طلب علم کی خاطر سفر کرنے کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فغـــرب ولا تجـــزع لفرقـــة مـــوطن

تفـــز بـــالمنى في كل مـــا شـــئت مـــن حـــاج

فلـــولا اغـــتراب المســـك مـــا حـــل مفرقـــاً

ولـــو لا اغـــتراب الدر مـــا حـــل في التـــاج

غربت (وطن سے دوری) اختیار کیجیے (سفر کیجیے)، اور وطن سے جدائی کی وجہ سے کبیدہ خاطر نہ ہوئیے (بلکہ اس پر صبر کیجیے)۔ (اگر آپ ایسا کریں گے) تو تمہاری ہر ضرورت پوری ہو جائے گی۔

اگر مشک غربت اختیار نہ کرتا (ہرن کے نافے سے نہ نکلتا) تو وہ کسی شہزادی کے بالوں کی مانگ میں جگہ نہ پاتا۔ اور اگر موتی غربت اختیار نہ کرتا (سیپ سے باہر نہ نکلتا) تو اسے کسی بادشاہ کے تاج میں مقام حاصل نہ ہوتا۔

چناں چہ کثرت اسفار کی وجہ سے ان حضرات کے اساتذہ اور شیوخ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہو جاتی تھی، جس کا تصور ہم اس زمانے میں نہیں کر سکتے۔

چناں چہ ابو عبداللہ حاکم نیسا پوریؒ (ابن البیّع) کے ترجمے میں عبدالغافر فارسیؒ فرماتے ہیں:

إمام أهل الحديث في عصره والعارف به حق معرفته....

---

(۱) أخرجه الحاكم في المعرفة برقم: ١٦ ومن طريقه الخطيب في الرحلة برقم: ١٤ والجامع برقم: ١٦٨٥.

روى عن ألف شيخ.

اورعبدالکریم سمعانی کے شیوخ کی تعداد ۷/ہزار ہے۔اورقاسم بن داود بغدادیؒ کے باب میں ابوبکرالنقاش المفسر فرماتے ہیں کہ میں نے ان کو کہتے ہوئے سنا:"کتبت عن ستة آلاف شيخ"،مگر حافظ ذہبیؒ قاسم بن داود کے باب میں فرماتے ہیں:"من حيوانات البر لا وجود له"-(۱)

اورحافظ ابن عساکرؒ کے شیوخ کی تعداد ۱۳۰۰/تھی،اورانہوں نے ۸۰/سے زائد محدثات سے کسب فیض کیا۔

شیخ ابوسعدابن زنجویہ السمان الرازی کے باب میں ہے:

أفنى عمره بالرحلة في طلب العلم مابين المغرب ومصر والحجاز والعراق والشام وإيران.... وبلغ عدد شيوخه أربعة آلاف شيخ.

(انہوں نے اپنی عمر طلب علم میں صرف کردی،مختلف ملکوں کا سفر کیا،اوران کے شیوخ کی تعداد ۴/ہزار تک پہنچ گئی)۔(۲)

اورنویں اوردسویں صدی کے شیوخ بھی اس فن عظیم سے غافل نہیں رہے،حجاز میں تواس فن کا چرچا تھا ہی؛مگرنویں اوردسویں صدی میں علامہ شمس الدین سخاوی،زین الدین زکریاانصاری اورابن حجرہیتمی وغیرہم کے شاگردان ہندوستان میں گجرات کے احمدآباداور کاٹھیاواڑ میں تشریف لائے اورانہوں نے علوم حدیث کی شمع روشن کی۔علامہ سخاویؒ کی

---

(۱) المغني في الضعفاء: ٤٩٨٨ –ت: الشيخ نور الدين عتر–

(۲) تاريخ العربي الإسلامي:۱۱۲/۱ –دار الكتب العلمية، بيروت– والتاريخ العربي والمؤرخون: ۱۰۰/۲ –دار العلم للملايين– .

"الضوء اللامع" کے مطالعے سے اس سلسلے میں مزید معرفت حاصل کی جا سکتی ہے۔

اسی طرح یہاں گجرات سے قاسم بن داود اور راجح بن داود حجاز تشریف لے گئے اور حافظ شمس الدین سخاویؒ سے استفادہ کیا، یہاں تک کہ علامہ سخاویؒ نے اپنی شہرۂ آفاق کتاب "الضوء اللامع" میں اپنے ان دونوں شاگردوں کی خوب تعریف کی، اور پھر شیخ عبد الحق محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، شاہ اسحاق، شیخ عبدالغنی مجددی دہلوی، شیخ احمد علی محدث سہارنپوری، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، میاں نذیر حسین دہلوی، شیخہ امۃ اللہ، شیخ حسین بن محسن یمنی انصاری، شیخ الہند، شیخ الاسلام، اور شیخ الحدیث محدث کاندھلوی وغیرہم -رحمہم اللہ تعالیٰ- کی مساعی وکوششوں نے اسانید حدیث اور سماع کتب حدیث کے سلسلۂ ذہبیہ کو قائم اور دائم رکھا۔ اگر یہ حضرات اپنے اپنے زمانے میں اس مبارک مشغلے کے لیے فارغ نہ کرتے تو شاید یہ سلسلۂ ذہبیہ ہندوستان سے ناپید ہو گیا ہوتا۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے ان حضرات کو اس سلسلۂ ذہبیہ کے بقا کا ذریعہ بنایا۔ ؎

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

محدث کبیر شیخ عبدالحی بن عبدالکبیر کتانیؒ نے "فہرس الفہارس" میں طریق شیخ عبدالغنی مجددیؒ کی خوب تعریف کی ہے۔

اور یاد رکھیں؛ ان دنوں اس میدان کے شہسوار ہند و بیرونِ ہند میں بکثرت موجود ہیں، جو علوم حدیث میں اپنا مال اور اپنا وقت قربان کر کے مسلسل کوششیں کر رہے ہیں۔ ہمارے بعض احباب اس فن میں اور خصوصاً اسانید حدیث کے حصول میں بے انتہا کوشاں ہیں، کسی کے شیوخ کی تعداد ۱۰۰۰، کسی کے شیوخ کی تعداد ۲ یا ۳/ ہزار، کسی کے شیوخ کی

تعداد ۶۰۰، کسی کے شیوخ کی تعداد ۵۰۰/ ہے، اور یہ حضرات اسانید عالیہ اور اسانید نادرہ کے حصول کے لیے مشرق ومغرب اور جنوب وشمال کا سفر کرتے ہیں۔

میں اپنے موضوع کو سمیٹتے ہوئے یہ بات عرض کرتا ہوں کہ محدثین اپنے مشائخ سے عامتاً صرف اجازت لینے پر اکتفا نہیں کرتے، بلکہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ ان کے شیخ نے اپنے شیخ سے جس کتاب کا مکمل سماع کیا ہے، اور اس میں علو بھی ہے، تو اس کتاب کو مکمل روایتاً پڑھتے ہیں۔ اور یہ روایتاً پڑھنا سال بھر میں یا ۶/ مہینے یا ۲/ مہینے میں نہیں ہوتا تھا؛ جیسے ہمارے یہاں ہوتا ہے، بلکہ اپنی استطاعت کے مطابق کم سے کم وقت میں کتاب کی تکمیل کر کے علوِّ سند کو حاصل کرتے۔

چناں چہ کتب تراجم میں لکھا ہے کہ مجد فیروز آبادیؒ نے صرف ۳/ دن میں اپنے شیخ ناصر الدین محمد بن جہبل کے پاس دمشق میں مکمل صحیح مسلم پڑھی۔ اور یہ اشعار پڑھے:

قرأت بحمد الله جامع مسلم
بجوف دمشق الشام جوف الإسلام
على ناصر الدين الإمام بن جهبل
بحضرة حفاظ مشاهير أعلام
وتم بتوفيق الإله وفضله
قراءة ضبط في ثلاثة أيام[۱]

(۱) أزهار الرياض في أخبار القاضي عياض: ۴۶/۳ -طبعة مصر- وشذرات الذهب: ۱۹۲/۹ -دار ابن كثير دمشق-.

حافظ سخاویؒ جو حافظ ابن حجرؒ کے اجل تلامذہ میں ہیں، جنہوں نے "ألفية العراقي" کی شرح "فتح المغيث" کے نام سے لکھی ہے۔ "ألفية العراقي" اصول حدیث میں بہت مفید کتاب ہے، ایک طالب حدیث کو اس کے حفظ کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اگر ہو سکے تو اولاً "بيقونية" کو یاد کریں، پھر "ألفية العراقي" یا "ألفية السيوطي" کو یاد کریں۔ "ألفية السيوطي" میں کچھ فصول ومضامین کا اضافہ ہے جو "ألفية العراقي" میں نہیں ہیں، البتہ متقدمین کے یہاں "ألفية العراقي" کے حفظ کا معمول رہا ہے، اور یہ اصول حدیث میں بہت اہم کتاب ہے، کہا گیا ہے: "من لم يتقن الأصول حرم الوصول"، اور کسی نے کہا ہے: "من حفظ المتون حاز الفنون"۔

بہر حال؛ حافظ سخاویؒ فرماتے ہیں کہ مجد فیروز آبادیؒ نے ۳/ دن میں صحیح مسلم پڑھی، مگر ہمارے شیخ حافظ ابن حجرؒ کا کارنامہ اس سے بھی بڑا ہے، چناں چہ حافظ نے صحیح بخاری ۴۰/ ساعات رملیہ میں پڑھی، صحیح مسلم ۴/ مجالس میں، ابن ماجہ ۴/ مجالس میں، اور نسائی کی سنن کبریٰ صرف ۱۰/ مجالس میں مکمل پڑھی (ہر مجلس ۴/ گھنٹے کی ہوتی تھی)۔ اور علامہ سخاویؒ آگے تحریر فرماتے ہیں کہ حافظ نے سب سے تیز جو کتاب مکمل کی وہ "المعجم الصغير للطبراني" ہے، جس میں تقریباً ۱۵۰۰/ روایات ہیں، وہ حافظ نے اپنے شام کے سفر میں ظہر وعصر کے درمیان مکمل پڑھی۔ (۱)

ابوالفضل عراقیؒ نے محمد بن اسماعیل الخبازؒ سے صحیح مسلم ۶/ مجالس مسلسلہ میں مکمل

---

(۱) فتح المغيث:۲/۲۰۵ –مكتبة السنة، مصر–.

پڑھی۔(۱) اور خطیب بغدادیؒ نے مکہ مکرمہ میں اسماعیل بن احمد نیسا پوری الضریر کے سامنے ۳/مجالس میں بخاری شریف مکمل پڑھی۔ امام ذہبیؒ نے تاریخ الاسلام میں ان تین مجالس کی تفصیل بیان کی ہے کہ پہلی دو مجالس مغرب کے بعد سے شروع ہوکر فجر کی اذان تک جاری رہتی، اور تیسری مجلس چاشت کے وقت سے شروع ہوکر دوسرے دن فجر کی اذان پر ختم ہوئی۔ ذہبی آگے فرماتے ہیں: "هذا شيء لا أعلم أحدا في زماننا يستطيعه"۔(۲)

علامہ ابو محمد حضرمی شافعیؒ نے "قلادة النحر في وفيات أعيان الدهر" میں لکھا ہے کہ خطیب بغدادیؒ نے ام الکرام کریمہ بنت احمد مروزیہ کے سامنے بخاری شریف ۴/دن میں مکمل پڑھی۔ (۳) اور حافظ ابن حجرؒ کے سامنے جب علامہ سخاویؒ نے خطیب کی اس بات کا تذکرہ کیا تو فرمانے لگے: "أين الثريا من الثرى"۔(۴)

ایک بات یاد رکھیں؛ کتاب کی تکمیل کم سے کم وقت میں کرنا اس وقت کمال ہے جب کہ پڑھنے والے میں فہم وفراست بھی ہو، اور وہ احادیث کی شروح وغیرہ سے بقدرِ ضرورت واقف ہو، اور کتاب کی تکمیل کا مقصد علوِ سند ہو، اور کچھ نہیں۔ علامہ ابن عساکرؒ نے تاریخ دمشق میں نقل کیا ہے کہ ابو خلید نے امام مالکؒ کے سامنے موطأ مالک ۴/دن میں مکمل پڑھی، تو امام مالکؒ نے فرمایا: "يا أبا خالد! علم جمعته في ستين سنة

---

(۱) طرح التثريب في شرح التقريب للعراقي: ۱/۱۰۰ -الطبعة المصرية-.

(۲) تاريخ الإسلام: ۱۰/۱۷۵ -ت. بشار-.

(۳) قلادة النحر: ۳/٤٤۸ -دار المنهاج، جدة-

(٤) الجواهر والدرر في ترجمة شيخ الإسلام ابن حجر: ۱/۱٦۳ -دار ابن حزم، بيروت-

أخذتموه في أربعة أيام، والله لا ينفعكم الله به أبداً" یا فرمایا: "لا فقهتم أبداً" یا "لا فهمتم أبداً"۔(۱)

میں اس واقعے سے یہ بتلانا چاہتا ہوں کہ روایتاً قراءۃِ کتاب یا علوسند کا حصول علوم عالیہ وآلیہ کو بقدرِ ضرورت سمجھنے کے بعد ہو تو مفید ہے۔

بہرحال! اسنادامت محمدیہ کی خصوصیت ہے۔علامہ سخاویؒ فرماتے ہیں:

الإسناد خصيصة فاضلة من خصائص هذه الأمة، وسنة بالغة من السنن المؤكدة.(۲)

حضرت عبداللہ بن مبارکؒ فرماتے ہیں:

الإسناد من الدين، ولولا الإسناد لقال من شاء ما شاء.(۳)

شیخ علی بن مدینیؒ فرماتے ہیں:

النزول شؤم.

(سند میں نزول ایک نحوست اور داغ ہے)۔(۴)

یحییٰ بن معینؒ فرماتے ہیں:

الحديث بنزول كالقرحة في الوجه.

---

(۱) تاريخ دمشق: ۲۳۷/۳۸-۲۳۸ - دار الفكر، بيروت-.

(۲) فتح المغيث: ۳۲۹/۳ -مكتبة السنة، مصر-.

(۳) صحيح مسلم: ۱۵/۱ -دار إحياء التراث العربي، بيروت-.

(٤) الجامع: ۱۲۳/۱ (۱۱۹)-مكتبة المعارف،الرياض-.

(سند نازل سے حدیث کا حصول چہرے پر دھبے کی طرح ہے)۔(۱)

امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں:

طلب الإسناد العالي سنة عمن سلف. (۲)

ابراہیم بن ادہمؒ فرماتے ہیں:

إن الله تعالى يرفع البلاء عن هذه الأمة برحلة أصحاب الحديث.

(اللہ تعالیٰ محدثین کے سفر کی برکت سے اس امت سے مصائب کو دور کر دیتے ہیں)۔(۳)

نیز یاد رکھیں؛ سند عالی اللہ اور اس کے رسول سے قرب کا بڑا اہم ذریعہ ہے۔

اخیر میں ایک طالب علم نے سوال کیا: جب کتابیں مدون ہو چکی ہیں تو اب علو سند کا کیا فائدہ؟

جواب: اولاً تو تدوین کتب اور علو سند کو حاصل نہ کرنا؛ اس میں کوئی جوڑ اور مطابقت ہی نہیں ہے، اور اگر مطابقت تسلیم کر بھی لیں، تو کیا خطیب بغدادی، سخاوی، عراقی، ذہبی، مزی کے زمانے میں یہ کتابیں مدون نہیں ہوئی تھی؟ بالکل ہو چکی تھیں، اب یا تو ہم ان سے زیادہ عاقل ہیں یا وہ ہم سے زیادہ کم فہم ہیں کہ انہوں نے اپنا وقت لایعنی کام میں ضائع کیا۔ ﴿إن في ذلك لعبرة لأولي الأبصار﴾۔

(۱) الجامع: ۱/۱۲۳ (۱۱۸) -مكتبة المعارف،الرياض-.

(۲) الجامع: ۱/۱۲۳ (۱۱۸) -مكتبة المعارف،الرياض-.

(۳) الرحلة: ص: ۸۹ (۱۵).

اللہ تعالیٰ ہم سب کو تا دمِ آخر قرآن وسنت سے وابستہ رکھے۔آمین۔

وآخر دعوانا أن الحمد لله رب العالمين